سرکاری رپورٹ

نواں بجٹ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

کی کارروائی

اجلاس منعقدہ شنبہ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۶/ ذیقعد ۱۴۱۲ھ

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
۱۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	۱
۲۔	رخصت کی درخواستیں	۳
۳۔	بجٹ بابت سال ۹۳۔۱۹۹۲ء پر بہ حیثیت مجموعی بحث	۴
	(i) ملک کرم خان خجک (ii) سردار سنت سنگھ	
	(iii) ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ	

جلد نہم

شمارہ سوئم

جناب اسپیکر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملک سکندر خان ایڈووکیٹ

جناب ڈپٹی اسپیکر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسٹر عبدالقہار خان ودان

(از مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۹۲ء)

مسٹر محمد حسن شاہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سیکریٹری صوبائی اسمبلی

مسٹر محمد افضل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جوائنٹ سیکریٹری صوبائی اسمبلی

(نوٹ:۔ کابینہ اور اسمبلی کے معزز اراکین کی مشترکہ فہرست کے لئے اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

فہرست ممبران اسمبلی

۱	میر عبدالمجید بزنجو	ڈپٹی اسپیکر اسمبلی
۲	میر تاج محمد خان جمالی	وزیر اعلیٰ (قائد ایوان)
۳	نواب محمد اسلم رئیسانی	وزیر خزانہ
۴	سردار ثناء اللہ زہری	وزیر بلدیات
۵	میر اسرار اللہ زہری	وزیر صحت
۶	میر محمد علی رند	وزیر مال
۷	مسٹر جعفر خان مندوخیل	وزیر تعلیم
۸	میر جان محمد خان جمالی	وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی
۹	حاجی نور محمد صراف	وزیر کیوڈی اے
۱۰	ملک محمد سرور خان کاکڑ	وزیر مواصلات و تعمیرات
۱۱	ماسٹر جانسن اشرف	وزیر اقلیتی امور
۱۲	مولوی عبدالغفور حیدری	وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
۱۳	مولوی عصمت اللہ	وزیر منصوبہ بندی و ترقیات
۱۴	مولوی امیر زمان	وزیر زراعت
۱۵	مولوی نیاز محمد درانی	وزیر آبپاشی و ترقیات
۱۶	سید عبدالباری	وزیر خوراک
۱۷	مسٹر حسین اشرف	وزیر ماہی گیری
۱۸	میر محمد صالح بھوتانی	وزیر صنعت
۱۹	مسٹر محمد اسلم بزنجو	وزیر محنت و افرادی قوت
۲۰	نواب زادہ ذوالفقار علی مگسی	وزیر داخلہ

۲۱	ملک محمد شاہ مروان زئی	وزیر سماجی بہبود
۲۲	ڈاکٹر کلیم اللہ خان	
۲۳	مسٹر سعید احمد ہاشمی	صوبائی وزیر
۲۴	میر علی محمد نوتیزئی	
۲۵	مسٹر عبدالقہار خان	
۲۶	مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی	
۲۷	سردار محمد طاہر خان لونی	
۲۸	میرباز محمد خان کھیتران	
۲۹	حاجی ملک کرم خان خجک	
۳۰	سردار میر محمد ھمایوں خان مری	
۳۱	نواب محمد اکبر خان بگٹی	
۳۲	میر ظہور حسین خان کھوسہ	
۳۳	سردار فتح علی عمرانی	(صوبائی وزیر)
۳۴	مسٹر محمد عاصم کرد	
۳۵	سردار میر چاکر خان ڈومکی	
۳۶	میر عبدالکریم نوشیروانی	(صوبائی وزیر)
۳۷	شہزادہ جام علی اکبر	وزیر جنگلات
۳۸	مسٹر کچکول علی ایڈووکیٹ	
۳۹	ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ	
۴۰	مسٹر ارجن داس بگٹی	ہندو اقلیتی نمائندہ
۴۱	سردار سنت سنگھ	سکھ اقلیتی نمائندہ

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۶ ذیقعد ۱۴۱۲ھ

بروز شنبہ

زیر صدارت جناب ملک سکندر خان ایڈووکیٹ

بوقت دس بج کر پچاس منٹ پر صبح صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر السلام وعلیکم۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولانا عبدالمتین اخوندزادہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ
وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ
اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ
مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ
بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً
مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغ

ترجمہ : اور ہم قرآن کے ذریعے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔ اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگردان ہوجاتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اسے سختی و تکلیف پہنچتی ہے تو بہت جلد مایوس ہوجاتا ہے کہدو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے پس تمہارا پروردگار اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے راستے پر ہے ۔ اور لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہدو کہ وہ میرے پروردگار کا حکم ہے اور تم لوگوں کو اس کا بہت کم علم دیا گیا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں تو جو کتاب ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعے صحیح رہے ہیں اسے دلوں سے محو کردیں پھر تم اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مدد نہ پاؤ گے مگر اس کا قائم رہنا تمہارے پروردگار کی رحمت ہے اس میں شک نہیں کہ تم پر اس کا بڑا فضل ہے۔

رخصت کی درخواستیں

جناب اسپیکر سکریٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں

محمد حسن شاہ (سکریٹری اسمبلی) شہزادہ جام علی اکبر نے اطلاع دی ہے کہ وہ ذاتی مصروفیات کی بناء پر بیلہ میں ہیں اور اسمبلی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ ان کی درخواست ہے کہ ۳۰ مئی ۱۹۹۲ تا ۳ جون ۱۹۹۲ء ان کے حق میں رخصت منظور کی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟

(رخصت منظور کی گئی)

سکریٹری اسمبلی میر عبدالکریم نوشیروانی صاحب نے درخواست کی ہے وہ نجی دورے پر متحدہ عرب امارات جا رہے ہیں لہٰذا ۳۰ مئی ۱۹۹۲ تا ۳ جون ۱۹۹۲ ان کو اسمبلی اجلاس سے رخصت دی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔ جو معزز اراکین منظوری کی حق میں ہیں وہ اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔

جناب اسپیکر چونکہ منظوری دینے والے اراکین کی تعداد زیادہ ہے لہٰذا رخصت منظور کی جاتی ہے۔

سکریٹری اسمبلی میر اسرار اللہ زھری صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہیں لہٰذا آج کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کو آج کی رخصت دی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔ جو معزز اراکین رخصت کے حق میں ہیں وہ اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔

جناب اسپیکر جو معزز اراکین رخصت کی نامنظوری کے حق میں وہ بھی اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔

جناب اسپیکر چونکہ منظوری والے معزز اراکین زیادہ ہیں اس لیے رخصت منظور کی جاتی ہے۔

سکریٹری اسمبلی میر عبدالمجید بزنجو صاحب نے اطلاع بھجوائی ہے کہ وہ ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج کے اسمبلی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے حق میں آج کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سکریٹری اسمبلی سردار محمد طاہر خان لونی نے اطلاع دی ہے کہ وہ ذاتی مصروفیات کی بناء پر اسمبلی

اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکتے ہیں اس لیے ان کو ۳۰ مئی ۱۹۹۲ تا ۳ جون ۱۹۹۲ رخصت دی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سکریٹری اسمبلی مولانا امیر زمان نے اطلاع یہ بھجوائی ہے کہ سرکاری مصروفیت کے سلسلے میں وہ لورالائی گئے ہوئے ہیں اور آج کے اسمبلی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے حق میں آج کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب اسپیکر سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سکریٹری اسمبلی ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ ذاتی مصروفیت کی وجہ سے آج اسمبلی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے حق میں آج کی رخصت منظور کی جائے۔

☆ **جناب اسپیکر !** سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

بجٹ پر عام بحث

جناب اسپیکر میزانیہ بابت سال ۱۹۹۲ء پر عام بحث کے لیے آج کا دن مقرر ہے۔ حاجی کرم خان خٹک صاحب کا نام سب سے پہلے ہے میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ بحث میں حصہ لیں۔

حاجی ملک کرم خان خٹک جناب اسپیکر سال ۱۹۹۲ء ۹۳ کا یہ بجٹ جو ۲۵ مئی ۱۹۹۲ کو پیش ہوا یہ غریبوں کا بجٹ نہیں ہے بلکہ امیروں کا بجٹ ہے سرمایہ داروں اور وزیروں کا بجٹ ہے جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو ہر حکومت کہتی ہے کہ یہ غریبوں کے لیے پیش کیا گیا ہے امیروں کے لیے نہیں ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ کسی غریب کا بجٹ ہے۔ جناب اسپیکر اب میں مہنگائی کی طرف آتا ہوں۔ آج مہنگائی عروج پر ہے آپ آٹے، گھی اور کرائے کی قیمتیں دیکھیں گوشت کی قیمت دیکھیں یہاں مجھے یاد آیا کہ ۱۹۷۸ میں جب میں حج پر جا رہا تھا تو سننے میں آرہا تھا کہ سعودی عرب میں بیس روپے کلو گوشت ہے ہم آج حیرت میں آئے ہیں کہ یہاں پاکستان میں ساٹھ روپے فی کلو گوشت ہے۔ جس کی اصل وجہ حکومت کی کمزوری ہے یہ عوام کے ساتھ زیادتی ہے جو غریب عوام بالکل برداشت نہیں کر سکتے۔ ہماری حکومت ہر روز اخبارات میں سرخی کے ساتھ آتا ہے حکومت مستحکم ہے ہم

کہتے ہیں خدا کرے حکومت مستحکم ہو تاکہ اس کی کارکردگی کا پتہ چلے دو سال کی کارکردگی تو لوگوں کے سامنے آچکی ہے یہ بھی ہم لوگوں کے سامنے آجائیگا اور لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ اس حکومت نے کیا ترقی کی ہے۔

جناب والا مہنگائی کا ذکر تو ہو گیا اب درمیانی طبقہ یعنی کسان مزدوروں اور کاشتکاروں کے طبقہ کی طرف آتا ہوں ۔ بلڈوزر گھنٹہ کی قیمت دیکھیں دوائیوں کی قیمت دیکھیں۔ روسی بلڈوزر کی قیمت کو دیکھیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایم پی اے صاحبان کو حکومت نے پانچ ہزار گھنٹے دیے تھے ساڑھے تین ہزار گھنٹے وزیر زراعت نے دیے تھے لیکن اب صوبائی حکومت نے ایک دم آٹھ ہزار گھنٹوں سے چار ہزار گھنٹے کر دیے ہی اور اس کے ساتھ تین سو روپے فی گھنٹہ کے حساب سے قیمت بڑھادی ہے کیا یہ جمہوری حکومت ہے کیا یہ انصاف کا تقاضہ ہے کہ ایک دم ڈیڑھ سو روپے سے تین سو روپے کر دیا گیا ہے ؟ اب زمین دار غریب حیران ہیں کہ کیا کریں۔ لہٰذا ہم اپیل کرتے ہیں کہ حکومت اپنا یہ فیصلہ واپس لے کہ اگر حکومت نے یہ فیصلہ واپس نہ لیا تو عوام اس حکومت سے بیزار ہوجائیں گے خیر بیزار تو اب بھی ہیں اور اس فیصلہ سے انشاء اللہ حکومت کی کارکردگی کا پتہ چل جائے گا۔

جناب اسپیکر۔ دوسرا امن و امان کا مسئلہ ہے جب یہاں سرداروں کی عزت محفوظ نہیں ہے سردار رند کو آٹھ آدمیوں کے ساتھ قتل کیا گیا اس کے قاتلوں کا پتا نہیں ہے ان کی گرفتاری کا پتہ نہیں ہے جب ایک سردار کے قاتل گرفتار نہیں ہوں گے تو کیا حالت ہوگی ؟ امن و امان کا اگر یہ حال ہے تو پھر غریبوں کا کیا حال ہوگا؟ جن کے پاس روٹی کپڑا اور مکان بھی نہیں ہے حکومت ٹیکس لگا دیتی ہے دوسری طرف سرمایہ داروں کا طبقہ ہے جو روز بروز امیر ہوتا جارہا ہے آپ دیکھیں رات کو ہم سوئے ہوئے ہوتے ہیں دوسرے دن ہم اٹھ کر دیکھتے ہیں پانچ روپے فی کلو چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے یہ حال ہے ہم حکومت کی ذمہ داری ہے امن و امان کے مسئلہ اور مہنگائی کے مسئلے کے بارے میں اب تک کسی وزیر نے کسی وزیر اعلیٰ نے نہیں پوچھا کہ یہ قیمتیں کیوں بڑھ رہی ہیں اس کی کیا وجہ ہے یہ ساری حکومت کی کمزوری ہے یہ حکومت کی نااہلی کی وجہ سے ہورہی ہے میں نے بلڈوزر گھنٹہ کی قیمت کے بارے میں جیسے عرض کیا ہے کہ بلڈوزر کی قیمتوں کو آپ دیکھیں ڈیڑھ سو روپے سے فی گھنٹہ سے دیے جارہے تھے اسے دوبارہ ڈیڑھ سو روپیہ کے حساب سے دیا جائے اور حکومت اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے لہٰذا ہم دوبارہ حکومت سے اپیل کرتے ہیں جو ڈیڑھ سو روپے قیمت مقرر تھی اب بھی وہی ہونا چاہیے ۔ پہلے مارشل لاء دور تھا اس حکومت میں [redacted] روپے فی گھنٹہ تھی لیکن ان دنوں رحیم الدین خان گورنر تھا اس نے یک دم ڈیڑھ سو روپے فی گھنٹہ کر دیا لیکن وہ مارشل لا دور تھا لوگ مجبور تھے لیکن کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ لوگ آواز نہیں اٹھا سکتے تھے

لیکن اب جمہوریت کا دور ہے لوگ اپنے جمہوری حقوق کے لیے آواز اٹھا سکتے ہیں بول سکتے ہیں لیکن حکومت مارشل لاء دور کے حربے استعمال کر رہی ہے ہم صوبائی حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنا فیصلہ واپس لے کر عوام کو اپنے اعتماد میں لے اور عوام کو اپنے آپ سے بیزار نہ کرے۔

دوسرا مسئلہ امن و امان جس کا میں نے پہلے ذکر کیا تھا اور دوسری ہماری اسکیمیں ہیں اور پچھلے سال بھی ہماری اسکیموں کو شامل نہیں کیا گیا ہے اس سال برائے نام ۲۴۳ اسکیم دی گئی ہیں ایک واٹر سپلائی کی اسکیم ہے اور دوسری روڈ کی ہے ایک اور اریگیشن کی اسکیم دی گئی ہے یہ بھی ہمارے حلقے کے لیے بہت ہی کم ہیں آپ دوسرے حلقوں کو دیکھیں تو کتنی زیادہ اسکیمیں دی گئی ہیں یہ بھی ہمارے حلقے کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے اور حکومت بلوچستان وزیر اعلیٰ جمالی صاحب نے پہلے دن اعلان کیا تھا کہ ہم بلوچستان کو سرسبز بنائیں گے اب کچھ سرسبزی تو نظر نہیں آتی ہے ابھی تک یہاں مٹی اڑ رہی ہے اس میں حکومت کی کارکردگی سب کو نظر آ رہی ہے بغیر مہنگائی کے امن و امان کے مسئلے کے سوا کچھ نہیں دیا جب کہ یہاں تو بڑے آدمیوں کی بھی حفاظت نہیں ہے چھوٹے غریب عوام کو اتنا خوف ہے کہ رات کو وہ اپنے گھر کی حفاظت کے لیے خود پہرہ دیتے ہیں تاکہ رات کو کوئی ہمارا بیل یا کوئی دیگر چیز نہ لے جائے۔ رات کو لوگ پریشان ہوتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ ہماری حکومت اچھی چل رہی ہے ہم نے کئی حکومتوں کو دیکھا ہے۔ بھٹو کا دور دیکھا ہے جنرل ضیاء کا دور دیکھا ہے اور اب اس حکومت کے دور کو بھی دیکھ رہے ہیں امن و امان کا مسئلہ ہے لوگوں کو جہاں آرام نہیں ہے اس کے ساتھ جناب اسپیکر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر مہربانی

سردار سنت سنگھ صاحب جناب اسپیکر صاحب! میں بجٹ کے حوالے سے یہ عرض کروں گا کہ بجٹ ۹۳-۱۹۹۲ تمام تر وزرا کا اور وزیر اعلیٰ کا ذاتی بجٹ ہے جس میں انہوں نے اپنے ذاتی عیش و عشرت اور اپنے آرام کے واسطے اپنی گاڑیوں کے واسطے بڑی بڑی رقم مختص کی ہے جس کی سابقہ بجٹ میں مثالیں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا میں اس بجٹ کو عوامی بجٹ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس بجٹ کو وزرا کرام اور بیوروکریسی کا بجٹ کہوں گا جناب اسپیکر بجٹ عوام کی خوشحالی اور ان کی امیدوں کے مطابق ہونا چاہیے مگر یہاں بات الٹی نظر آتی ہے اس بجٹ میں ہماری محنت کش پس ماندہ غریب اور غیور عوام کے لیے کوئی بھی رقم نہیں رکھی گئی جب کہ ہر ممالک کی تعمیر و ترقی میں محنت کش عوام کا بڑا دخل ہوا کرتا ہے مگر اس حکومت نے اپنے غلط رویے سے ثابت کر دیا ہے کہ عوام سے

ہمدردی نہیں ہے اسے اپنی کرسیاں پیاری ہیں۔ شکریہ

جناب اسپیکر منشی محمد صاحب

مسٹر منشی محمد جناب اسپیکر! میں نے بجٹ تقریر بھی کرنی ہے اور امن وامان کے مسئلے پر بھی بات کرنی ہے ابھی میں امن وامان کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں یہ بہت ضروری مسئلہ ہے۔

جناب اسپیکر ابھی بجٹ کی بات ہو رہی ہے اس کے متعلق تقریر کریں۔

مسٹر منشی محمد جناب والا! اگر اس حکومت کی کارکردگی اور امن وامان کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت ہے۔ اور ابھی میں امن وامان کے متعلق جو اہم مسئلہ اس کے متعلق بات کروں گا۔

میر ذوالفقار علی مگسی (وزیر داخلہ) جناب اسپیکر! اگر کوئی امن وامان کے متعلق بات کرنا چاہتا ہے تو آپ اس کو اجازت دے دیں۔

میر ھمایوں خان مری جناب یہ بجٹ سیشن ہے یہ بہت وسیع ہوتا ہے اس میں ہر موضوع پر بات کی جاسکتی ہے۔

جناب اسپیکر جس طرح آپ کہتے ہیں کہ بجٹ پر دوبارہ بولیں گے اس طرح تو سب بولیں گے اور ہر چیز کو کور کریں۔ اس لیے آپ کل بولیں۔

جناب اسپیکر ڈاکٹر عبدالمالک صاحب

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ جناب اسپیکر! گو کہ بجٹ کا مطلب خرچ اور آمدنی کا حساب کتاب ہے۔ بجٹ چاہے ایک گھر کا ہو یا ریاست کا ہو وہ معاشرے کی ترقی کی بنیاد اور معاشی منصوبہ بندی ہے لیکن بدقسمتی سے معاشرہ اور مجموعی طور پر بلوچستان میں خاص کر منصوبہ بندی حکمرانوں کا شکار رہی ہے۔

یہاں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ موجودہ حکومت کا دوسرا بجٹ ہے اور اس میں بھی جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں یہ کل بجٹ گیارہ سو دس کروڑ اور ضمنی بجٹ ۷۵۴ کروڑ کا اور ترقیاتی بجٹ ۳۵۵ کروڑ کا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم اگر ۱۹۹۲ء اور ۹۳ کے بجٹ پر بات کریں تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ۹۲۔۱۹۹۱ء کے بجٹ کو سامنے رکھ کر بات کریں۔ جو موجودہ حکومت نے کارکردگی دکھائی ہے چونکہ ۹۳۔۱۹۹۲ میں کوئی نیا بجٹ نہیں ہے یہ سو فی صد جاریہ بجٹ ہے جو کہ اے ڈی پی کی صورت کو تبدیل کر کے ۱۹۹۳ کا بجٹ لکھا گیا ہے میں پچھلے ترقیاتی بجٹ کی بات کر رہا ہوں اور اس بجٹ میں جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں اگر اس ۱۹۹۱۔ ۱۹۹۲ کے اعداد و شمار کا مقابلہ کریں تو ۲۹۱ کروڑ

ترقیاتی کاموں کے لیے بجٹ رکھا ہے اور اس دفعہ ٹوٹل بجٹ میں نفع بھی دکھایا گیا ہے اور اس دفعہ جو وفاقی حکومت نے کٹ لگایا ہے ۱۵۳ کروڑ ہے جو ۹۳ کروڑ کا یہاں ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے ان اعداد و شمار کو مد نظر رکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ۱۹۹۱-۹۲ کے اے ڈی پی میں جو سالانہ ترقیاتی پروگرام کے حوالے سے یا خصوصی ترقیاتی پروگرام کے حوالے سے رکھے گئے ہیں وہ تقریباً" ۳۹۱ کروڑ ہیں اگر ان میں سے حکومت ایمانداری سے خرچ کر سکے تو وہ ۹۰ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے میں اس کو پھر دہراتا ہوں کہ حکومت نے پچھلے سال ترقیاتی مد میں ۳۹۱ کروڑ رکھے تھے اس میں سے صرف ۹۰ کروڑ خرچ کر سکتے ہیں اور اس میں بھی تقریباً" جاری اسکیمیں تھیں اپنی بجٹ تقریر کے دوران میرے معزز وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ بلوچستان کی حکومت مضبوط منصوبہ بندی کی وجہ سے پہچانتے ہیں میری اپنی معزز دوست سے گزارش ہے کہ ترقیاتی بجٹ ۳۵۶ کروڑ کا لاتے ہیں اور اس کو بھی خرچ نہ کریں تو پھر اگلے سال آپ کو زیادہ بجٹ ملے گا اور اس میں بچت زیادہ ہوگی جناب اسپیکر صاحب میں اس مسئلے کو ایوان میں سطحی طور پر نہیں رکھنا چاہتا ہوں اور بلوچستان میں نہ انسٹرا فیکچر Instrafracture ہے نہ روڈ ہیں نہ پانی ہے اور نہ بجلی ہے۔ صوبے کی ترقیاتی بجٹ کو آپ صرف کتابوں تک محدود رکھیں اور آپ یہ دعوی کریں کہ روڈز کو اور واٹر سپلائی کو ترجیح دیتے ہیں تو یہ کہاں کا انصاف ہوگا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سال پی ایچ ای محکمہ نے جو ۲۵ کروڑ روپے سے سرینڈر Surrender کیے ہیں' ۳۶ کروڑ جو سی اینڈ ڈبلیو کے سرینڈر کیے ہیں اور پچاس پرسنٹ محکمہ صحت نے سرینڈر یہ ایک جرم ہے بلوچستان کے غریب عوام کے ساتھ حکومت نے یہ جرم کیا ہے ایک طرف لوگوں کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے اور دوسری طرف اتنی خطیر رقم سرینڈر کیے جاتے ہیں اور ہماری ٹرینڈ Trend یہی ہے کہ جی ہم نے بہترین منصوبہ بندی کی ہے بلوچستان کے عوام کو ترقی دینے کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ پچھلی حکومت نے بلوچستان کے ساتھ زیادتی کی ہے اس نے جرم کیا ہے اس جرم کی سزا کا وہ خود ہی فیصلہ کرے کہ آیا بلوچستان کی ترقیاتی بجٹ کو امپلیمنٹ Implement نہیں کریں اس کے گواہ خود وزیر اعلی صاحب کے اپنے بیانات ہیں انہوں نے کہا ہے کہ پچھلا بجٹ نا تجربہ کاری کی وجہ سے وہ بیورو کریسی کی وجہ سے ہو چاہیے موجودہ حکومت کی اس کی وجہ سے ہم خرچ نہیں کر سکے۔ میری اس ایوان سے گزارش ہے کہ اگر اسی طرح سے یہ ہوتا رہا تو ہم غریب عوام کو کیا ٹھوکروں سے بچا سکتے ہیں یا انہیں سہارا دے سکتے ہیں اگر ہم انہیں سہارا نہیں دے سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہاں پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے ہم یہاں پر آئے ہیں چاہے اپوزیشن کے حوالے سے ہو چاہے ٹریژری بینچز کے حوالے سے ہو عوام کی خدمت کے لیے آئے ہیں اگر ہم

عوام کی خدمت نہیں کرسکتے ہیں تو ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم صرف کتابوں تک محدود رہیں اور امپلیمنٹیشن کچھ نہ کریں۔ میں آپ کو ایمانداری سے کہتا ہوں شرطیہ کہتا ہوں کہ بجلی کے لیے جو فنڈز رکھے گئے تھے ان میں سے اب تک ایک گاؤں کا بھی الیکٹریفکیشن Electrification بلوچستان میں نہیں اس کی ذمہ دار کون ہے' اس کی ذمہ دار یقیناً" حکومت ہے جس نے ہر ایم پی اے کو تین گاؤں دیے ہیں الیکٹریفائی Electrify کرنے کے لیے وہ کاغذوں پر ہیں۔ جناب اسپیکر یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے خاص طور پر اس ایوان کی کہ ہم قومی مسائل پر تو بولتے ہیں اور فیصلے ایوان کے اندر کرتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ چاہے وہ بجٹ کا ہو یا دوسرے مسائل جیسا کہ پچھلے بجٹ میں یہاں پر ٹریژری بینچز سے لے کر اپوزیشن تک تقریباً" ۹۰ فی صد ممبران کی یہ رائے تھی کہ سارے بلوچستان میں جتنے بھی الاٹمنٹ ہوئے ہیں وہ غلط ہوئے ہیں لیکن نوٹیفکیشن جو ایک ہفتہ قبل نکلا ہے اور یہ فیصلہ ہوا کہ بلوچستان میں ۹ اکتوبر ۱۹۹۰ سے لے کر جتنے بھی الاٹمنٹس ہوئے ہیں انہیں کینسل سمجھا جائے یہ سارے ایوان کا فیصلہ تھا لیکن محکمہ نے نوٹیفکیشن کی ہے کہ صرف کوئٹہ کے الاٹمنٹ کینسل کیے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فرد کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ سارے ایوان کا فیصلہ تھا لہٰذا سارے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اگر آپ اگر حکومت اپنے فیصلے کو امپلیمنٹ نہ کرسکے یا تو وہ بولڈلی (Boldly) کہے ہمیں کہ جی ہم اسمبلی میں جو بولتے ہیں فیصلے کرتے ہیں ان کو ہم امپلیمنٹ نہیں کرتے یا جو فیصلے ہوتے ہیں ان کو کم از کم جن کی میں نے نشاندہی یہاں کی ہے کہ الاٹمنٹ کے بارے میں اس ایوان کا کلیئر کٹ Clear Cut فیصلہ تھا اور اسکے بعد جو نوٹیفکیشن ہوا وہ اس کے بالکل برعکس ہوا جس سے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً" موجودہ حکومت ہے اسی اسمبلی میں بہت سے فیصلے ہوئے ہیں خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے عوام کے ایک سازش کے تحت لوکل باڈیز الیکشن میں ان کو آپس میں لڑایا تاکہ عوام کو اپنی جمہوریت سے دور رکھا گیا اگر ہم تجزیہ کریں تو بلوچستان کے کئی علاقوں میں الیکشنز نہیں ہوئے ہم نے بہت سے فیصلے اسی فلور پر کیے تھے خاص طور پر کوئٹہ میونسپل کارپوریشن سے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا اور پارلیمانی گروپس پارٹیز کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی کہ وہ اس مسئلے کو حل کریں لیکن بدقسمتی سے اس کمیٹی کا ایک بھی میٹنگ نہیں ہوئی کم از کم ہمیں پتہ نہیں ہے جس میں ہم لوگ تھے اور اس مسئلے کو جس غلط انداز سے عوام میں لے گئے اور جس طریقے سے شہری ایکشن کمیٹی کی ہڑتال' جلسے اور پہیہ جاموں کا سلسلہ شروع ہوا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری موجودہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہوئی کیونکہ اگر ایک فیصلے کو عوامی ادارے کے ذریعے حل کیا جاتا تو میں سمجھتا

ہوں کہ یہاں پر کوئی ایک مسئلہ بھی نہیں رہے گا اگر ہم یہاں پر یہ فیصلہ کرلیں اور باہر جاکر اسے غلط پیٹرن Patern پر لے جائیں جس کے نتیجے میں عوام کو اپنی جمہوری حق ادا کرنے سے روکا گیا اسی طرح جھالاوان کے ڈیرہ بگٹی کے اور ژوب کے عوام کو لوکل باڈیز کی الیکشن میں مختلف مسائل پیدا کرکے وہاں کے عوام کو دور رکھا گیا اور جو واقعات کوئٹہ میں رونما ہوئے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں مرکزی حکومت نے براہ راست مداخلت کی ہے وفاقی حکومت کے مداخلت کی وجہ سے یہاں پر آج یہ حالات پیدا ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک سازش کے تحت کی جارہی ہے یہاں قوموں کو آپس میں لڑانے کی سازش ہے آج ہم ہر مسئلے کو ہم پرسٹیجیس Prestigious مسئلہ بنا دیتے ہیں ہم ہر مسئلے کو قوموں کا مسئلہ بناتے ہیں ایک طرف بلوچ اور پشتون کو ہر اشو پر لڑایا جاتا ہے دوسری طرف ہر بلوچ قبیلہ کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی جارہی ہے یہ بلوچستان کے خلاف ایک سازش ہے اور اس کی عملی صورت میں ہم نے دیکھا ہے یہاں پر جو جلسے جلوس ہوئے ہیں انہیں وفاقی ادارے بھی شامل تھے اور سات دن یہاں پر ہڑتال چلا لیکن کسی ایک، آدمی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی جلسہ جلوس پر لاٹھی چارج ہوئی دوسری جانب جب جلسے ہوئے جیسا کہ خضدار میں ایف سی کوئٹہ میں پولیس اور بی آر پی کے حوالے سے لوگوں پر لاٹھی چارج کیا گیا لوگوں کو مارا پیٹا گیا صرف اور صرف اس کی میں کافی سوچ بچار کے بعد کہ ایک ڈبل اسٹینڈرڈ Double Standard کیوں رکھا گیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وفاقی حکومت چاہتا ہے کہ کسی کو ماروں اور کسی کو نہ ماروں تاکہ لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا ہو' بجائے یہ کہ وہ آپس میں شیر و شکر ہونے کے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کی بجائے آپس میں دست و گریبان ہوں۔ بلوچستان میں یہ صورتحال کانشسلی (Consciously) پیدا کی گئی ہے۔

ہم کافی سوچ بچار کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہاں ڈبل اسٹینڈرڈ رکھا گیا۔ فیڈرل گورنمنٹ اور صوبائی گورنمنٹ کی یہ پالیسی ہے کہ یہاں کسی کو ماروں اور نہ کسی کو ماروں تاکہ لوگوں میں نفرت اور بڑھے لوگ بجائے آپس میں شیر و شکر ہو کر بڑی طاقت کے خلاف اپنے حقوق کے لیے لڑیں وہ آپس میں دست و گریبان ہوں آج بلوچستان میں یہی صورت حال ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پیدا کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں خاص طور سے لوکل باڈیز کے الیکشن کے حوالے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حق بلوچستان کے تمام عوام کو دی جائیں اور کوئٹہ کارپوریشن کے بارے میں ہماری شروع سے یہ موقف رہی ہے۔ اور آج پھر ہم اسکو دہراتے ہیں کہ عوامی مسائل کا حل عوامی ادارے ہوتے ہیں اور یہ سب سے بڑا معزز ادارہ ہے میں سمجھتا ہوں کوئٹہ کارپوریشن کا معاملہ بجائے

کمیشن کو دیں۔ آپ اس کو اس معزز ایوان میں رکھ دیں۔ اس معزز ایوان کے حوالے سے فیصلہ کروائیں وہ فیصلہ سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔ اسپیکر صاحب ان حقائق کی روشنی میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ بلوچستان میں فیڈرل گورنمنٹ صوبائی کمزور گورنمنٹ کی وجہ سے ایک سازش شروع کی گئی ہے وہ سازش قوموں کو آپس لڑانے کی اور اس کے بعد اس قوم کے قبیلوں کو آپس میں دست و گریبان کرنا۔ جس طرح ہمارے ایک فاضل دوست نے کہا کہ اب ایک عام آدمی اپنی سیکورٹی کے بارے میں کیا سوچے گا جب یہاں سے بڑے لوگ جیسے کہ سردار عارف جان محمد حسنی کو تحفظ نہیں۔ اس سلسلے میں میں کہتا ہوں کہ خدارا ہم آپس میں مل بیٹھ کر سوچیں کہ یہ سازشیں کیوں ہو رہی ہیں۔ اس کو ہم سارٹ آؤٹ Sort Out کریں۔ کہ ان کے پیچھے کون لوگ ہیں وہ کیا چاہتے ہیں میں تو اس سے یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ یہ لوگ صرف اور صرف بلوچستان کی بربادی چاہتے ہیں تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں وہ یہ نعرہ دے رہے ہیں کہ بلوچستان کو ہم بیروت بنا دیں گے جب بلوچستان بیروت بنے گا تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا خدارا ہم ہوش سے کام لیں قوموں کو آپس میں یا ایک قوم کے قبیلوں کو آپس میں لڑانے کی سازشیں ہو رہی ہیں ان کو ہم آپس میں بیٹھ کر سلجھانے کی کوشش کریں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں سندھ جیسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں آج سندھ میں فوجی آپریشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں وہاں ڈاکے دہشت گردی کے نام سے سندھیوں کا قتل عام کیے جا رہے ہیں۔ وہاں کے عوام کو تباہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں آرمی جب آئے گی مٹھائیاں نہیں بانٹے گی کیونکہ بلوچستان میں اس کا تلخ تجربہ رہا ہے چار مرتبہ آرمی ایکشن ہوا۔ یہاں پر انھوں نے کونسی رحمت نازل کی۔ یہاں پر یقیناً" کئی لوگ مارے گئے اور لوگ بے گھر ہوئے۔ بنگال میں بھی یہی سب کچھ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب سندھ کی باری ہے۔ سندھ میں دہشت گردی کے نام پر ڈاکوؤں کے نام پر سیاسی لوگوں کا قتل عام شروع ہو چکا ہے اور وہ اس قتل عام ایکسٹینڈ کر کے بلوچستان میں لانا چاہتے ہیں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو کس حد تک لیں گے۔ اور کس حد تک آپس میں مل بیٹھ کر اس سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ جناب والا یہ وہ مسائل تھے جو میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے عوام کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ آج آپ لا اینڈ آرڈر کے لیے ۳۴۳ ملین روپے رکھتے ہیں یہ پیسے جو آپ رکھ رہے ہیں۔ یہ ضائع جائیں گے۔ بلوچستان میں کہیں بھی لا اینڈ آرڈر نہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے پاکستان میں سب سے زیادہ لا اینڈ آرڈر بلوچستان میں تھا۔ لیکن اب ہر ایک کی اپنی مرضی ہے۔ ڈاکے پڑ رہے ہیں لوگ قتل ہو رہے ہیں۔ کسی سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہاں ایک اور مسئلہ بے روزگاری کا ہے میرے معزز دوست نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا

تھا کہ بے روزگار افراد کو روزگار مہیا کیا جائے گا لیکن اس بجٹ پڑھنے کے بعد میں کم از کم اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہاں پر بالکل کوئی خاص منصوبہ بندی کے تحت روزگار یا پوسٹیں کریٹ Creat نہیں کی گئی ہے یہاں پر بے شمار گریجویٹس اور پوسٹ گریجویٹس ہیں بجٹ میں سو میڈیکل آفیسر اور ایک سو پچاس لیکچرز۔ باقی درجہ چہارم کے اکا دکا پوسٹیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس منصوبہ بندی کے تحت آپ یہاں بے روزگاری کو ختم نہیں کر سکتے تعلیم یافتہ بے روزگار اب تنگ آچکے ہیں فیڈرل گورنمنٹ کا تو یہ حال ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ بلوچستان کے ایک بندے کو بھی نہیں رکھنا ہے اور صوبائی حکومت نے فیصلہ کیا ہے فیڈرل گورنمنٹ کو ناراض نہیں کرنا ہے چاہے وہ ہماری رائلٹی پر کٹ لگائیں اب وہ کہہ رہے ہیں کہ پچاس کروڑ اس لیے کٹ لگائی ہے کہ یہاں پر جلسے جلوس ہوئے کیا ہماری گورنمنٹ یہ نہیں کہہ سکتی کہ جلسے جلوس باقی صوبوں میں بھی ہوئے پنجاب میں ہوئے وہاں آپ نے کیوں کٹ نہیں لگائی بلوچستان میں اس لیے کٹ لگائی شاید اس گورنمنٹ میں جان نہیں ویسے بھی مرکز کو ناراض کرنا صوبائی حکومت کی بس کی بات نہیں فیڈرل ملازمتوں میں بلوچستان کا کوٹہ ۵۰۳ کو آج تک صوبائی گورنمنٹ نے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ چھیڑا نہیں آیا اگر یہی منصوبہ بندی رہی تو بلوچستان کے نوجوانوں کو روز گار ملنا مشکل ہے۔ میں اس ایوان سے درخواست ہے کہ وہ ان کو ایکومڈیٹ Accomodate کرنے کے لیے سنجیدگی سے منصوبہ بنائیں ایک روایتی آغاز پر بے روزگاری کو ختم نہیں کیا جاسکتا کہ چار پوسٹیں لیکچررز کے پہلے سال کے بجٹ میں بھی تھے اور اس سال کے بجٹ میں بھی ہے اور اسی طرح میڈیکل آفیسرز کی پوسٹیں پہلے بجٹ میں تھے اور اس میں بھی ہے لیکن ایک عام گریجویٹ کے لیے حکومت نے کیا منصوبہ بندی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ محمد اسلم رئیسانی صاحب کو سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا کہ ان نوجوانوں کو کس طرح Accommandate کرنا ہے یہاں پر ہمارے ساتھ ایک اور زیادتی ہے فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۹۸۱ء کے مردم شماری کے حوالے سے جو نوکریاں تعین کی گئیں تھیں اور اس کے ساتھ ایس ڈی پی کے حوالے سے دو ہزار ملین کی رقم بلوچستان میں انفراسٹرکچر Infrastructure کے لیے مخصوص کی گئی وہ ۱۹۹۱ء میں ان لوگوں نے ۶۰۰ ملین روپے خرچ کر کے اپنے فنڈز (این ایف سی) کے حوالے سے کہ جی ہم این ایف سی ایوارڈ دے رہے ہیں ہم یہ رقم روک لیں گے۔ اور اس نے روک لی۔ اب یہاں فیڈرل بجٹ میں اس کی تفصیلات میں آپ کو بعد میں دونگا لیکن این ایف سی ایوارڈ میں جو رقم ہیں دی گئی اس سے زیادہ ہم سے لیں گے۔ پچھلی دفعہ ہم نے عرض کیا کہ بلوچستان میں جتنی بجٹ پیش کریں اربوں کروڑوں میں اس سے کچھ

نہیں بنتا جب تک اس میں آپ امپلی ٹیشن Impletention نہ کریں اور لیکج Leakage کو روک نہیں سکیں اس وقت بلوچستان میں رشوت لینا اور دینا دونوں ایک ہی چیز سمجھی جاتی ہے بلکہ یہ ہے کہ اگر کوئی رشوت نہ لیں اور رشوت نہ دیں اس کو نالائق سمجھی جاتی ہے آیا بلوچستان جو کروڑ روپے پرسنٹیج کے حوالے سے لیکج Lekage ہو رہی ہے۔

اس وقت بلوچستان میں رشوت لینا اور دینا دونوں عیب نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ اگر کوئی رشوت نہ لے یا رشوت نہ دے وہ نالائق سمجھی جاتی ہے آیا بلوچستان میں جو کروڑوں روپے کے پرسنٹیج کے حوالے سے لیکج ہو رہی ہے اس کو روکنے کے لیے موجودہ گورنمنٹ کے پاس پالیسی ہے؟ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں موجودہ گورنمنٹ کی بس کی بات نہیں ہے وہ ایک واٹر سپلائی اسکیم کا فیصلہ نہیں کرسکتی ہے۔ دس دفعہ کابینہ میں گیا وہ فیصلہ نہیں کرسکا کہ آیا واٹر سپلائی تو آپ چھوڑ دیں دوسروں کو آپ چھوڑ دیں پی ایچ ای کا اپنے وزیر صاحب کے بھی اسکیم امپلیمنٹ Implement نہیں ہوئے اب اس بڑے مسئلے کا اگر آپ نے روک تھام کے لیے کوئی عملی راہ اختیار نہیں کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ جتنا پیسہ آپ ڈویلپمنٹ کے نام پر نان ڈویلپمنٹ کے نام پر خرچ کریں گے وہ سب لوگوں کے جیبوں میں جائے گا اور بلوچستان کے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ایک اور بڑا مسئلہ مسٹر اسپیکر صاحب بلوچستان میں ملازمین کی ہڑتال ہے آیا اس وقت یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ جی ژوب کے الیکشن اس لیے پوسٹپون Postpone کرنے پڑے کہ وہ اسٹاف اسٹرائک Strike پر تھا اب اس وقت سکریٹریٹ اسٹاف بھی اسٹرائک Strike پر ہے آپ کے چاغی میں کئی ہفتوں سے اسٹرائک Strike چل رہا ہے دفتروں میں کام نہیں ہو رہا ہے آیا اس کے بارے میں کبھی گورنمنٹ نے سنجیدگی کے ساتھ سوچا ہے کہ وہ کیوں اسٹرائک پر جاتے ہیں اگر یہ سلسلہ ہڑتالوں کا اسی طرح چلا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے ہاتھوں سے بلوچستان کے لے ڈوبیں گے کہیں پر بھی کام نہیں ہو رہا ہے ہر جگہ پر اسٹرائک ہی اسٹرائک ہیں میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ گورنمنٹ کی نااہلی کی وجہ سے غلط منصوبہ بندیوں کی وجہ سے مثلاً" سیکریٹریٹ آپ ایک جگہ پر ایک الاؤنس دیتے ہیں وہ دوسری جگہ پر کیوں نہیں دیتے ہیں اگر آپ نے نہیں دینا ہے تو پہلے سے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں اگر خاران کو دیں گے تو یقیناً" چاغی والے مانگیں گے تو ژوب والوں کو بھی آپ نے دینا ہوگا کوہلوں والوں کو بھی دینا پڑے گا میں سمجھتا ہوں یہاں پر کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے ہر قسم پر لوگ چلا رہے ہیں اور جب تک چلے گا اس کو چلا دیں گے یہاں پر کوئی خاص منصوبہ بندی کی بات نہیں ہو رہی ہے نہ منصوبہ بندی کی ان لوگوں نے کوشش کی ہے یہ مجموعی طور پر کچھ مسائل تھے بلوچستان کے

جناب اسپیکر اب میں آپ سے دو مسئلے اپنے حلقے کے بھی اس معزز ایوان کے سامنے لاؤں گا وہ یہ ہیں کہ جب چیف منسٹر صاحب مکران کے دورے پر آئے ہوئے تھے ایک سال پہلے تو اس نے ایک سمری فیڈرل گورنمنٹ کو بھیجی تھی کہ مکران میں Insfrastucture نہیں یہاں روڈز نہیں ہیں یہاں الیکٹرکلیکشن Electrifiction نہیں ہے آپ اس کے لیے اسپیشل فنڈز دے دیں تاکہ ہم یہاں روڈز دے دیں چار روڈون کا نام دیا تھا پروانشل گورنمنٹ نے اب فیڈرل گورنمنٹ نے اس کو منظور کیا۔ ستر کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا بعد میں کیا ہیرا پھیری چلا کیا مسئلے چلے بیس کروڑ انہوں نے دے دی باقی کہا کہ جی یہ این ایف سی ایوارڈ میں آپ کو دیے ہیں آپ کو نہیں دیں گے ہم نے چیف منسٹر سے جو مکران کے ایم پی ایز تھے ہم کئی بار اس کے پاس گئے کہ صاحب یہ جو بیس کروڑ ہیں یہ چار روڈ کے لیے آئے ہوئے ہیں آپ ان کو ہی پر خرچ کر لیں گے لیکن حسب عادت چیف منسٹر صاحب کوئی فیصلہ نہ کر سکا اور مکران کے چار روڈون میں سے صرف ایک روڈ کو ان لوگوں نے اے ڈی پی کی اسکیم میں شامل کیا تربت مند روڈ Already اگر آپ دیکھیں اے ڈی پی کی اسکیم ہے جس کی تربت قلات سیکشن دو کروڑ روپے گورنمنٹ آف بلوچستان نے خرچ کی ہیں اس پر کام ہو رہا ہے اس اسکیم کو شامل کر کے تین ہماری اسکیموں کو Drop کی گئی ہیں۔ اور اس میں بھی جو ایلوکیشن رکھی گئی ہے وہ صرف ایک کروڑ روپے کا میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ سراسر ناانصافی ہے جو چار روڈز ہیں تربت مند گوادر جیونی اور پنجگور آورارن کا جو پہلے پی سی ون میں نام تھے اس کو کاٹ کر کے صرف تربت مند ہی کو دیا اس میں بھی ایلوکیشن Allocation ایک کروڑ کا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیس سال میں بھی مکمل نہیں ہوگا میرا چیف منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ کم از کم جو پیسے ہمارے لیے آئے تھے مکران کے روڈز کے لیے آئے تھے وہ کم از کم وہی پر خرچ ہونی چاہیے مسٹر اسپیکر فیڈرل بجٹ کو دیکھتے ہوئے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ فیڈریشن نے یا فیڈرل گورنمنٹ نے اب بلوچستان کو کوئی اسکیم دینے کے جو آسرے تھے وہ سب ختم ہو گئے ہیں ہمارے پچھلے سال تین چار بڑی اسکیمیں چل رہی تھیں یا ہم لوگ اس خواہش میں تھے کہ شائد یہ اسکیمیں فیڈرل گورنمنٹ کی ہیں ان کو تو مکمل کر لیں جن میں میرانی ڈیم اور یہاں کے جو بند ملز ہیں اور ہائی ویز بولان میڈیکل کالج کے کمپلکسز تو ان میں اس دفعہ ہم نے دیکھا کہ فیڈرل گورنمنٹ نے بلوچستان کے لیے کوئی اسکیم اپنی اے ڈی پی میں نہیں رکھی ہے اب شائد وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پراونشل گورنمنٹ تو بات نہیں سکتی ہے اب ان کو دوں یا نہ دوں میرانی ڈیم پروجیکٹ ہم نے لینی ہے

اس کو ہم نے بلوچستان کے Pretigious Point پر ہم نے لیا تھا تب جاکر فیڈرل گورنمنٹ نے اسکیم سے
اگری agree کیا تھا لیکن اب صرف سری بھیجنے سے کچھ نہیں ہوگا میں ایک موجودہ گورنمنٹ کے سامنے واضح
کرتا ہوں کہ اگر بلوچستان کے مسائل کے بارے میں فیڈرل گورنمنٹ سے آپ لوگوں کو یہی رویہ رہا تو بلوچستان کو
ایک بھی اسکیم نہیں ملے گی چاہے وہ میرانی ڈیم ہو چاہے وہ یہاں کے ہائی ویز ہوں وہ اسی طرح رہیں گے ہماری یہ
ضرورت ہے کہ ہم اپنے حقوق کے لیے فیڈرل گورنمنٹ سے لڑیں لیکن بد قسمتی آپ کہیں فیڈرل گورنمنٹ سے
لڑنے کی تو بڑی دور کی بات ہے ہم تو یہاں کے اسکیمیں بھی فائنل لائز نہیں کرسکتے ہیں موجودہ گورنمنٹ......

اسپیکر صاحب ایک اور بڑا مسئلہ ہے اس وقت پرائیویٹائزیشن Privatization کا ہے اس وقت مجموعی طور پر
کوئی سو صنعتی یونٹیں پرائیویٹائز کی ہیں لیکن جب ہم نے اپنی بجٹ کو دیکھا جو بجٹ ہمارے وزیر صاحب نے پیش کی
اس میں یہ سو یونٹوں کے بیچنے کے بعد جو رقم ملی ہے اس میں بلوچستان کے حق میں کوئی ٹیڈی پیسہ نہیں آیا ہے آخر
اس ضمن میں اس میں کروڑوں اربوں روپے جو فیڈرل گورنمنٹ نے اپنی انڈسٹری بیچ کر کمائی ہے بینک بیچ کر کمائی
ہے اس میں ہمارا حصہ کتنا بنتا ہے اس کا بھی حساب فیڈرل گورنمنٹ سے پراونشل گورنمنٹ نے کرنا ہے چونکہ
میں سمجھتا ہوں کہ اتنا ہی ہم لوگ بلوچستان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے تیار نہ ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ جو بھی
کہے ہم بے بس ہوں یہاں پر ہم نے حساب کتاب کرنا ہے کہ جی اس پالیسی کے تحت جو فیڈرل گورنمنٹ کو آمدنی
ہوئی ہے اس میں بلوچستان کا کتنا حصہ بنتا ہے وہ آپ ہیں دے دیں جو کو این ایف سی ایوارڈ سے کوئی سروکار نہیں
ہے یہ بالکل الگ چیز ہے میری ایک دو تجاویز ہیں میں نہیں سمجھتا کہ موجودہ گورنمنٹ اس کو امپلیمنٹ کرسکتی ہے
لیکن اپنا فرض سمجھتے ہوئے میں یہ معزز ایوان کے سامنے رکھتا ہوں resourcres genrate کرنے کے لیے
بلوچستان گورنمنٹ کے پاس کوئی منصوبہ نہیں ہے صرف وزیر خزانہ صاحب نے کہا کہ ہم نے سات کروڑ کے
Taxes لگائے ہیں اپنی بجٹ اسپیچ میں وائٹ پیپر میں گیارہ کروڑ کے Taxes ٹیکسز ہیں کہ وہ خود بھی نہ بتا سکتے
ہیں کہ سات ہیں یا گیارہ ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سات یا گیارہ کروڑ سے آپ بلوچستان کو ترقی نہیں دے سکتے
یہاں دو تین مسئلے ہیں اگر اس پر ہم سنجیدگی سے کام کریں خاص طور پر گڈانی شپ بریکنگ جو منصوبہ تھا اس سے
اچھا خاصہ بلوچستان پیسہ کما رہا تھا وہ بھی اتفاق فاؤنڈیشن کے ہاتھوں چھڑ گیا اس نے جو مراعات دی تھیں گڈانی
بریکنگ انڈسٹریز کو وہ ویٹ کرلے جس کی وجہ سے اس پر بلوچستان کو کروڑوں روپے نقصان ہو رہا ہے اگر ہم
اس مسئلے کو negotiate کرلیں فیڈرل گورنمنٹ سے اور ہم اس سے مزید آمدنی generate کرسکتے ہیں دوسرا

اہم واٹر ٹیکس جو ہم پانی حب سے دے رہے ہیں کراچی کو اس پر میں سمجھتا ہوں کہ کراچی والے تو غریب عوام سے ٹیکس لے رہے ہیں کسی سے چالیس کسی سے پچاس روپے لیکن وہ پانی جو ہم دے رہے ہیں وہ مفت میں دیے رہے ہیں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو بھی آپ لوگ ٹیکل Tackle کریں تاکہ اس سے ہمارے بلوچستان کو کچھ فنڈز جنریٹ Generate ہوں اور ہم ایک مسئلے رفیڈرل گورنمنٹ سے بھی نیگو شیٹ Negotiate کریں بلکہ ہم اس کا فیصلہ کریں پراونشل گورنمنٹ کی سطح پر کہ سوئی گیس پر ہم ایک اور ٹیکس لگائیں فیلڈ ٹیکس کے نام سے کسی اور ٹیکس کے نام سے میں آپ کو یہ Simply دیتا ہوں فیصل آباد کا جو انڈسٹریل ایریا ہے وہ سو فیصد سوئی گیس سے چل رہا ہے اور اس سے جو آمدنی جنریٹ ہو رہی ہے وہ بلوچستان کے بجٹ سے بھی زیادہ ہے وہاں کی جو کارپوریشن کی اپنی بجٹ ہے ہم کم از کم گیس پر اپنے حوالے سے کچھ ٹیکس فیڈرل گورنمنٹ کو کہہ کر لگادیں تاکہ اس سے ہم اپنی آمدنی کو بڑھا سکیں آخر میں میں صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ بجٹ کی پیچیدگیوں پر جس حد تک میں جاسکا Figure پر میں نہیں گیا اس لیے کہ مجھے پتا نہیں کہ پی اینڈ ڈی کے وزیر صاحب جو بیٹھے ہوئے ہیں یا وہ اس اے ڈی پی کو امپلیمنٹ Implement کرسکتے ہیں یا نہیں چونکہ بنیادی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ نیا اے ڈی پی نہیں ہے یہ ٹوٹل آن گوئنگ On going اے ڈی پی ہے اب دو سال اس کو ملے ہیں میری مولانا صاحب سے یہ گزارش ہے کہ خدارا کم از کم ان پیسوں کو خرچ کرنے کے لیے ابھی سے منصوبہ بندی کریں یہ پیسے اگلا جو بجٹ آئے گا تو ہمارے وزیر خارجہ صاحب کہے گا کہ اس دفعہ بھی ہمیں ون ففٹی یعنی 153 کروڑ کا بچت ہوا ہے آخر میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے کافی ٹائم دیا ہے۔ شکریہ

☆**جناب اسپیکر !** شکریہ ڈاکٹر مالک صاحب اور کوئی معزز رکن آج کے لیے اگر بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے؟

اب اسمبلی کی کارروائی مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۹۲ صبح ساڑھے دس بجے تک ملتوی کردیتے ہیں۔

(اسمبلی کا اجلاس دوپہر گیارہ بج کر پینتالیس منٹ پر مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۹۲ صبح ساڑھے دس بجے تک کے لیے ملتوی ہوگیا۔